غدیر خم کا تحقیقی پس منظر

غدیر: لغت میں لفظ "غدیر" کے کئی معنی ذکر کئے گئے ہیں، جیسے: تالاب پانی کا ایک حصہ، اور بارش کا پانی جمع ہونے کی جگہ القطعة من الماء وغیرہ۔

(معجم القاموس المحیط، لمجد الدین الفیروز آبادی، ص939، دار المعرفة بیروت)

خم: رابغ کے قریب جحفہ سے دو میل جنوب میں مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک وادی ہے یہاں ایک غدیر (تالاب) ہے جہاں حجۃ الوداع کے موقع پر مکہ سے واپسی پر آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جمع کر کے ایک خطبہ ارشاد فرمایا تھا، آج کل اس جگہ کو الغربہ کہتے ہیں۔
(فرہنگ سیرت از سید فضل الرحمٰن، باب الخاء، ص:155، ط، زوار اکیڈمی)

واقعہ کی حقیقت :

اس واقعہ کا پس منظر یہ ہے کہ "حجۃ الوداع" سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف والی یعنی عامل بنا کر بھیجا تھا، وہاں کے محصولات وغیرہ وصول کر کے ان کی تقسیم اور بیت المال کے حصے کی ادائیگی کے فوراً بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے پاس حج کی ادائیگی کے لیے پہنچے، اس موقع پر محصولات کی تقسیم وغیرہ کے حوالے سے بعض حضرات نے حضرت علی رضی اللہ عنہ پر اعتراض کیا، اور یہ اعتراض براہِ راست نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر دوہرایا، آپ ﷺ نے انہیں اسی موقع پر انفرادی طور پر سمجھایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی تصویب فرمائی، بلکہ یہ بھی ارشاد فرمایا کہ علی رضی اللہ عنہ کا اس سے بھی زیادہ حق تھا۔
نیز آپ ﷺ نے انہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کا حکم دیا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں دل میں کدورت اور میل رکھنے سے منع فرمایا، چنانچہ ان حضرات کے دل حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے بالکل صاف ہوگئے، وہ خود بیان فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے بعد ہمارے دلوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ محبوب ہوگئے۔
البتہ اسی حوالے سے کچھ باتیں سفرِ حج سے واپسی تک قافلے میں گردش کرتی رہیں، آپ ﷺ نے محسوس فرمایا کہ اس حوالے سے آپ ﷺ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر و منزلت اور ان کا حق ہونا بیان فرمائیں، چنانچہ سفرِ حج سے واپسی پر مقام غدیر خم میں نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ ارشاد فرمایا، جس میں فصیح و بلیغ حکیمانہ اسلوب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حق واضح فرمایا، اور جن لوگوں کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں کوئی شکوہ یا شبہ تھا اسے یوں ارشاد فرما کر دور فرما دیا امام احمد بن حنبلؒ نے یہ روایت بیان کی ہے:

عن البراء بن عازب قال: كنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم في سفر فنزلنا بغدير خم، فنودي فينا: الصلاة جامعة، وكسح لرسول الله صلى الله عليه وسلم تحت شجرتين، فصلى الظهر وأخذ بيد

علي فقال: ألستم تعلمون أني أولى بالمؤمنين من أنفسهم؟ قالوا: بلى، قال: ألستم تعلمون أني أولى بكل مؤمن من نفسه؟ قالوا: بلى، قال: فأخذ بيد علي فقال: اللهم من كنت مولاه فعلي مولاه، اللهم وال من والاه، وعاد من عاداه، قال: فلقيه عمر بعد ذلك فقال: هنيئا لك يا ابن أبي طالب، أصبحت وأمسيت مولى كل مؤمن ومؤمنة.

(فضائل الصحابة، للامام احمد بن حنبل، فضائل علی، 596/2، ط، مؤسسة الرساله بیروت)

یعنی اے اللہ! جو مجھے دوست رکھے گا وہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی دوست رکھے گا اور میں جس کا محبوب ہوں گا علی رضی اللہ عنہ بھی اس کا محبوب ہو گا، اے اللہ! جو علی رضی اللہ عنہ سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ، اور جو علی رضی اللہ عنہ سے دشمنی رکھے تو اس کا دشمن ہو جا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ملے تو فرمایا: اے ابن ابی طالب! آپ کو مبارک ہو! آپ صبح وشام ہر مؤمن مرد اور ہر مؤمنہ عورت کے محبوب بن گئے۔

یہ واقعہ تفصیل کے ساتھ علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی کتاب "البداية والنهاية، باب بعث رسول الله صلى الله عليه وسلم علي بن أبي طالب وخالد بن الوليد إلى اليمن قبل حجة الوداع، 120/5، ط، دار احياء التراث العربي: میں اور امام ترمذیؒ نے "جامع الترمذی باب مناقب علی بن ابی طالب، 73/7، ط، دار الغرب الإسلامي بيروت" میں ذکر کیا ہے تفصیل کے لئے وہاں مراجعت کی جائے۔

سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہ کی محبت:

حضراتِ شیخین سمیت تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پہلے سے تھی، جن چند لوگوں کے دل میں کچھ شبہات تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کے بعد ان کے دل بھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت سے سرشار ہو گئے۔

اس خطبہ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقصود یہ بتلانا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اللہ کے محبوب اور مقرب بندے ہیں، ان سے اور میرے اہلِ بیت سے تعلق رکھنا مقتضائے ایمان ہے، اور ان سے بغض وعداوت یا نفرت وکدورت ایمان کے منافی ہے۔

مذکورہ پس منظر سے یہ بات بخوبی واضح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا غدیر خُم میں " من كنت مولاه فعلي مولاه " ارشاد فرمانا حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت کے اعلان کے لیے نہیں، بلکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی قدر ومنزلت بیان کرنے اور معترضین کے شکوک دور کرنے کے لیے تھا نیز حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو ایک فریضہ لازمہ کے طور پر امت کی ذمہ داری قرار دینے کے لیے تھا۔

اور الحمدللہ! اہلِ سنت والجماعت اتباعِ سنت میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت کو اپنے ایمان کا جز سمجھتے ہیں، اور بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے

اہلِ ایمان ہی محبت رکھتے ہیں، مذکورہ خطبے اور ارشاد کی یہی حقیقت ہے جو بیان ہو چکی ہے۔

حدیث غدیر کی سند کی تحقیق:

یہ حدیث متعدد طرق سے مروی ہے جن میں بعض صحیح اور بعض حسن درجے کے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

علامہ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

وأما حديث من كنت مولاه فعلي مولاه فقد أخرجه الترمذي والنسائي وهو كثير الطرق جدا وقد استوعبها بن عقدة في كتاب مفرد وكثير من أسانيدها صحاح وحسان۔

(فتح الباري شرح صحيح البخاري، باب قوله مناقب على بن ابي طالب، 74/7، دار المعرفة بيروت)

اور حافظ ابن حجر مکی الہیثمیؒ فرماتے ہیں:

وبيانه أنه حديث صحيح لا مرية فيه وقد أخرجه جماعة كالترمذي والنسائي وأحمد وطرقه كثيرة جدا۔

(الصواعق المحرقة على أهل الرفض والضلال والزندقة، الفصل الخامس فى ذكر شبهة الشيعة والرافضة، 106/1، ط، مؤسسة الرسالة لبنان)

امام حاکم نیشاپوریؒ فرماتے ہیں:

عن زيد بن أرقم رضي الله عنه قال: خرجنا مع رسول الله صلى الله عليه وسلم حتى انتهينا إلى غدير خم فأمر بدوح، فكسح في يوم ما أتى علينا يوم كان أشد حرا منه فحمد الله وأثنى عليه وقال: يا أيها الناس، إنه لم يبعث نبي قط إلا ما عاش نصف ما عاش الذي كان قبله، وإني أوشك أن أدعى فأجيب، وإني تارك فيكم ما لن تضلوا بعده كتاب الله عز وجل، ثم قام فأخذ بيد علي رضي الله عنه فقال: يا أيها الناس، من أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: الله ورسوله أعلم، ألست أولى بكم من أنفسكم؟ قالوا: بلى، قال: من كنت مولاه فعلي مولاه هذا حديث صحيح الإسناد، ولم يخرجاه"۔ وقال الذهبى فى التلخيص"صحيح"

(المستدرك على الصحيحين، 616/3، دار الكتب العلمية بيروت)

پس حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے متعلق" من كنت مولاه فعلي مولاه "والی روایت مختلف طرق سے مختصر و طویل متن کے ساتھ متعدد کتب حدیث میں منقول ہے، ان تمام روایات کے مجموعہ کے سیاق و سباق اور پس منظر پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولِ اکرم ﷺ نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے "مولا" کا لفظ محب، دوست اور محبوب کے معنی میں استعمال فرمایا ہے

اور یہی معنی صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سمجھا تھا، لہذا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لیے "مولا" کا لفظ اسی معنی میں استعمال کرنا چاہیے۔

اس حدیث سے خلافت علی رضی اللہ عنہ پر استدلال :

ایک گمراہ فرقہ اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت بلافصل ثابت کرتا ہے، اور "مولی علی" آج کے زمانے میں ایک گم راہ فرقے کا شعار بن چکا ہے اور "مولی علی" کے الفاظ کے پیچھے ان کا ایک نظریہ چھپا ہوتا ہے کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ان کے خلیفہ بلافصل تھے وغیرہ لیکن "مولیٰ" کا لفظ کلماتِ مشترکہ میں سے ہے جس کے متعدد معانی آتے ہیں، ان معانی میں سے کسی ایک معنی کو ترجیح دینے اور کہنے والے کی مراد سمجھنے کے لیے اس کلمہ کا استعمال، اس کا سیاق وسباق اور سامعین نے جملہ میں استعمال کے بعد اس کا کیا معنی سمجھا ہے، اسے بھی جاننا ضروری ہوتا ہے۔

اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت یا الوہیت ثابت نہیں ہوتی، خلافت کے استحقاق اور ترتیب کے لیے دیگر احادیث اور فضائل میں واضح ہدایات موجود ہیں، جن کا علم بشمول حضرت علی رضی اللہ عنہ دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو تھا، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم کو بدل وجان خلیفہ تسلیم کیا اور مذکورہ تینوں حضرات کی کامل اتباع کی، لہذا اس حدیث سے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل یا الوہیت ثابت کرنا جہالت وگمراہی ہے۔

جیسا کہ ملا علی قاریؒ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں فرماتے ہیں:

> وفي النهاية: المولى يقع على جماعة كثيرة فهو الرب والمالك والسيد والمنعم والمعتق والناصر والمحب والتابع والخال وابن العم والحليف والعقيد والصهر والعبد والمعتق والمنعم عليه، وأكثرها قد جاءت في الحديث فيضاف كل واحد إلى ما يقتضيه. الحديث الوارد فيه، وقوله: "من كنت مولاه". يحمل على أكثر هذه الأسماء المذكورة. قال الشافعي رضي الله عنه: يعني بذلك ولاء الإسلام كقوله تعالى: {ذلك بأن الله مولى الذين آمنوا وأن الكافرين لا مولى لهم} وقول عمر لعلي: أصبحت مولى كل مؤمن [أي: ولي كل مؤمن] وقيل: سبب ذلك أن أسامة قال لعلي: لست مولاي إنما مولاي رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال صلى الله عليه وسلم: "من كنت مولاه فعلي مولاه" "قضي" قالت الشيعة: هو متصرف، وقالوا: معنى الحديث أن عليا رضي الله عنه يستحق التصرف في كل ما يستحق الرسول صلى الله عليه وسلم التصرف فيه، ومن ذلك أمور المؤمنين فيكون إمامهم أقول: لا يستقيم أن تحمل الولاية على

الإمامة التي هي التصرف في أمور المؤمنين، لأن المتصرف المستقل في حياته هو هو صلى الله عليه وسلم لا غير فيجب أن يحمل على المحبة وولاء الإسلام ونحوهما.

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب مناقب علی بن ابی طالب، 3937/9، ط، دار الفکر، بیروت لبنان)

اور مزید حدیث براءوزید بن ارقم کے تحت لکھتے ہیں:

تمسكت الشيعة أنه من النص المصرح بخلافة علي رضي الله عنه حيث قالوا: معنى المولى: الأولى بالإمامة، وإلا لما احتاج إلى جمعهم كذلك، هذا من أقوى شبههم، ودفعها علماء أهل السنة بأن المولى بمعنى المحبوب وهو كرم الله وجهه سيدنا وحبيبنا، وله معان أخر تقدمت، ومنه الناصر وأمثاله، فخرج عن كونه نصا فضلا عن أن يكون صريحا ولو سلم أنه بمعنى الأولى بالإمامة، فالمراد به المال، وإلا لزم أن يكون هو الإمام مع وجوده عليه السلام فتعين أن يكون المقصود منه حين يوجد عقد البيعة له، فلا ينافيه تقديم الأئمة الثلاثة عليه لانعقاد إجماع من يعتد به حتى من علي ثم سكوته عن الاحتجاج به إلى أيام خلافته قاض على من له أدنى مسكة بأنه علم منه أنه لا نص فيه على خلافته عقب وفاته عليه السلام مع أن عليا كرم الله وجهه صرح نفسه بأنه صلى الله عليه وسلم لم ينص عليه ولا على غيره، ثم هذا الحديث مع كونه آحادا مختلف في صحته، فكيف ساغ للشيعة أن يخالوا ما اتفقوا عليه من اشتراط التواتر في أحاديث الإمامة؟ ما هذا إلا تناقض صريح وتعارض قبيح۔

(مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، باب مناقب علی بن ابی طالب، 3944/9، ط، دار الفکر، بیروت لبنان)

لہذا اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو مجھے اپنا دوست اور محبوب سمجھتا ہے اس پر لازم ہے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ سے بھی محبت رکھے یا جو مجھے اپنا بڑا، آقا اور سردار سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ وہ علی رضی اللہ عنہ کو بھی اپنا بڑا، آقا اور سردار سمجھے اور ان کی اطاعت کرے۔

شیعہ کے نزدیک اس حدیث سے خلافت علی رضی اللہ عنہ کا ثبوت :

اسی طرح شیعہ علماء نے بھی اس کی وضاحت کی ہے کہ یہ حدیث سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل کے لئے صریح اور واضح نہیں ہے ذیل میں ہم چند حضرات کی شہادتیں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں:

کتاب الاحتجاج کے مصنف علامہ طبرسی لکھتے ہیں:

اثبت حجۃ اللہ تعریضاً لا تصریحاً بقولہ فی وصیۃ من کنت مولاہ فعلی مولاہ۔

(کتاب الاحتجاج، 380/1، ط، طبع في مطابع النعمان النجف الأشرف 1966ء)

یعنی حدیث "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" کی دلالت حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حجۃ اللہ ہونے پر صریح نہیں ہے اس میں اس پر صرف تعریض پائی جاتی ہے۔

اور اسی بات کو علامہ باقر مجلسی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:'

وأثبت حجة الله تعريضا لا تصريحا بقوله في وصيه: "من كنت مولاه فهذا مولاه"۔

(بحار الأنوار الجامعة لدرر اخبار الأئمة الأطهار، 123/90، ط، مؤسسة الوفاء بيروت لبنان)

اور علامہ طوسی لکھتے ہیں:

اختلفوا فی دلالتہ علی الامارۃ۔

(شرح تجرید، ص 230، طبع قم بحوالہ دوازدہ حدیث مؤلفہ ڈاکٹر خالد محمود ص 57)

شیعہ عالم نوری طبرسی لکھتا ہے:

لم یصرح النبی صلی اللہ علیہ وسلم لعلی بالخلافۃ بعدہ بلا فصل فی یوم غدیر خم۔

(فصل الخطاب، ص 205، بحوالہ عید غدیر کی حقیقت، مؤلفہ مولانا ساجد خان نقشبندی، ص 35)

ان حوالہ جات سے ثابت ہوتا ہے کہ جس حدیث کی بنا پر شیعہ عید غدیر مناتے ہیں وہ بنیاد ہی محل نظر ہے چہ جائیکہ اسے مستقل دلیل بنا کر اس سے خلافت بلا فصل ثابت کی جائے اس لئے شیعہ حضرات کو پہلے اس طرف متوجہ ہونا چاہیئے کہ یہ تو خود ان کے علماء کے مابین ایک مختلف فیہ امر ہے۔

نبی کریم ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کسی کو خلیفہ نامزد نہیں کیا:

نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں کسی روایت سے یہ ثابت نہیں کہ کسی کا نام لے کر آپ ﷺ نے باقاعدہ اسے خلیفہ منتخب کیا ہو یا اس کی خلافت کا اعلان فرمایا ہو شیعہ حضرات کے استدلال کی حالت آپ نے ملاحظہ فرمالی خود ان کے اپنے مجتہد اس بارے مختلف فیہ ہیں اب اس بات پر ہم مزید دو دلیلیں شیعہ کتب سے پیش کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے اپنی حیات طیبہ میں کسی کی خلافت کا اعلان نہیں فرمایا تھا اور خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے استفسار پر بھی آپ ﷺ نے کسی کا نام نہیں لیا ملاحظہ فرمائیں:

شیخ مفید شیعی اپنی کتاب الارشاد میں نقل کرتا ہے:

ثم أعرض بوجهه عن القوم فنهضوا، وبقي عنده العباس والفضل وعلي بن أبي طالب وأهل بيته خاصة. فقال له العباس: يا رسول الله، إن يكن هذا الأمر فينا مستقرا بعدك فبشرنا، وإن كنت تعلم أنا نغلب عليه فأوص بنا، فقال: (أنتم المستضعفون من بعدي) وأصمت، فنهض القوم وهم يبكون قد أيسوا من النبي صلى الله عليه وآله۔

(الارشاد في معرفة حجج الله علي العباد، 184/1، 185، ط، دار المفيد للطباعة والنشر والتوزيع بيروت لبنان و اعلام الوری باعلام الهدی، لابي الحسن طبرسی صفحه 142)

یعنی قلم دوات لانے کے متعلق جب صحابی میں اختلاف ہو گیا تو آپ محمد ﷺ نے سب کو اٹھ جانے کا حکم دیا جب سب اٹھ کر چلے گئے وہاں باقی ماندہ اشخاص میں حضرت عباس، فضل بن عباس، علی بن ابی طالب اور صرف اہل بیت رضی اللہ عنہم تھے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول ﷺ اگر امر خلافت ہم بنی ہاشم میں ہی مستقل طور پر رہے تو پھر اس کی بشارت دیجئے اور اگر آپ کے علم میں ہے کہ ہم مغلوب ہو جائیں گے تو ہمارے حق میں فیصلہ فرما دیجئے اس پر محمد ﷺ نے ارشاد فرمایا میرے بعد تمہیں بے بس کر دیا جائے گا بس اس قدر الفاظ فرما کر سکوت فرمالیا اور حالت یہ تھی کہ جناب عباس، علی ابن طالب رضی اللہ عنہما اور دیگر موجود اہل بیت رو رہے تھے اور روتے روتے آپ سے ناامید ہو کر اٹھ گئے۔

اور شیخ الطائفہ جعفر طوسی نقل کرتے ہیں:

قد روي عن أبي وائل والحكم عن علي ابن أبي طالب عليه السلام أنه قيل له: ألا توصي؟ قال: ما أوصى رسول الله صلى الله عليه وآله فأوصي، ولكن إن أراد الله بالناس خيرا فسيجمعهم على خيرهم كما جمعهم بعد نبيهم على خيرهم، وروى صعصعة بن صوحان أن ابن ملجم لعنه الله لما ضربه عليه السلام دخلنا إليه فقلنا يا أمير المؤمنين استخلف علينا قال: لا فإنا دخلنا على رسول الله صلى الله عليه وآله حين ثقل، فقلنا يا رسول الله صلى الله عليه وآله استخلف علينا، فقال: (لا إني أخاف أن تتفرقوا عنه كما تفرقت بنوا إسرائيل عن هارون، ولكن إن يعلم الله في قلوبكم خيرا اختار لكم)۔

(تلخيص شافی، للطوسی، جلد دوم صفحه 236، والشافي في الإمامة ، للشريف مرتضیٰ 91/3، مؤسسة الصادق طهران الطبعة: الثانية الطباعة والتجليد: مؤسسة إسماعيليان قم تاريخ النشر: 1410ھ)

یعنی جب ابن ملجم نے وار کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ پر آپ کی شہادت سے قبل ہم نے آپ سے پوچھا ہمارے لیے اپنی طرف سے خلیفہ مقرر فرمادیجیئے آپ نے فرمایا نہیں میں کوئی وصیت نہیں کروگا کیونکہ آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی طبیعت ناساز ہوئی تو ہم آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہم نے عرض کیا تھا یارسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں آپ اپنے بعد کوئی خلیفہ منظور فرمادیں آپ نے فرمایا نہیں میں اگر کسی کو مقرر کردوں تو مجھے خدشہ ہے کہ تم بنی اسرائیل کی طرح متفرق ہو جائوگے اگر اللہ نے تمہارے دلوں کو خیر پایا تو وہ خد ہی تمہارے لیے بہتر شخص مقرر کرلے گا۔

اسی طرح ملاباقر مجلسی حیات القلوب جلد تین صفحہ 619 تا 620 میں نقل کرتے ہیں:

> سید ابن طاوس ابن شہر آشوب اور دیگر حضرات نے روایت کیا کہ عامر بن طفیل اور ازید بن قیس جب آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی نیت سے آئے اور مسجد میں داخل ہوئے تو عامر بن طفیل آپ کے نزدیک گیا اور کہا یا محمد صلی اللہ علیہ وسلم اگر میں مسلمان ہو جائوں تو میرے لیے کیا انعام ہو گا اور مجھے اس سے کیا فائدہ ملے گا آپ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تمہیں بھی وہی ملے گا جو تمام مسلمانوں کو ملتا ہے اس نے کہا میری خواہش یہ ہے کہ آپ اپنے بعد مجھے خلیفہ بنادیں اس پر آپ نے فرمایا یہ تو اللہ کے اختیار میں ہے مجھے اور تجھے اس میں کوئی دخل نہیں۔

اگر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم غدیر خم کے موقع پر وصی اور خلیفہ وامام مقرر فرما چکے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرض الوفات میں خود سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے خلافت کے متعلق سوال کرنا اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ جواب دینے کا کیا مطلب ہو گا؟ اس لئے خوب جان لینا چاہیئے کہ یہ شیعہ کا محض افسانہ ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔

عید غدیر کی ابتداء :

چونکہ یہ خطبہ ماہ ذوالحجہ میں ہی ارشاد فرمایا تھا، اس لیے ماہ ذوالحجہ کی اٹھارہ تاریخ کو اسی خطبہ کی مناسبت سے ایک گمراہ فرقہ عید مناتا ہے، اور اسے "عید غدیر" کا نام دیا جاتا ہے، اسلام کی تین صدیوں میں اس عید کا کوئی تصور نہ تھا، اس دن عید کی ابتدا کرنے والا ایک حاکم معزالدولۃ گزرا ہے، اس شخص نے 18 ذوالحجہ 351 ہجری کو بغداد میں عید منانے کا حکم دیا تھا اور اس کا نام "عید غدیر خم" رکھا علامہ ابن اثیر کی "الکامل" ملاحظہ فرمائیں:

> وفيها في ثامن عشر ذي الحجة أمر معز الدولة بإظهار الزينة في البلد وأشعلت النيران بمجلس الشرطة وأظهر الفرح وفتحت الأسواق بالليل، كما يفعل ليالي الأعياد فعل ذلك فرحا بعيد الغدير يعني غدير خم وضربت الدبادب والبوقات وكان يوما مشهودا۔
>
> (الكامل في التاريخ الابن الاثير، 549،550/8، ط، دار صادر للطباعة والنشر دار بيروت للطباعة

والنشر بيروت، 1965ء وفي تاريخ أبي الفداء 104/2: ثامن ذي الحجة)

یعنی 18 ذی الحجہ کو معزالدولہ نے حکم دیا تھا کہ شہر میں زیب وزینت کا اظہار کیا جائے اور محفلوں میں آگ جلائی جائے اور راتوں کو بازار کھولے جائیں جس طرح عید کی راتوں میں خوشی کی جاتی ہے یہ سب عید غدیر یعنی غدیر خم کی خوشی میں کیا گیا اور بغلیں بجائی گئیں اور لوگوں کی ایک بڑی تعداد اس دن حاضر ہوئی۔

اور اسی واقعہ کو مقریزی یوں نقل فرماتے ہیں:

الثمانی عشرة من ذی الحجة وهو يوم غدير خم تجمع خلق من اهل مصر والمغاربة للدعاء فاعجب المعز ذلك وكان هذا اول ما عمل عيد الغدير بمصر۔

(اتعاظ الحنفاء باخبار الائمة الفاطمين الخلفاء، 142/1)

یعنی 18 ذی الحجہ کو اہل مصر و دیار مغرب کے لوگ دعا کے لئے جمع ہوئے معزالدولۃ کو یہ منظر بہت عجیب لگا اور یہ پہلا آدمی تھا جس نے مصر میں اس کام کو سرانجام دیا۔

معزالدولہ کون تھا؟

یہ ایک بدبخت تبرابازرافضی شخص تھا جس نے سب سے پہلے عاشوراء کا جلوس نکالا اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین پر تبرا کیا علامہ ابن کثیر نے اس کی سیاہ کاریوں کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھاہے:

وفيها كتبت العامة من الروافض على أبوب المساجد لعنة معاوية بن أبي سفيان رضي الله عنه، وكتبوا أيضا: ولعن الله من غصب فاطمة حقها، وكانوا يلعنون أبا بكر ومن أخرج العباس من الشورى، يعنون عمر، ومن نفى أبا ذر يعنون عثمان رضي الله عن الصحابة، وعلى من لعنهم لعنة الله، ولعنوا من منع من دفن الحسن عند جده يعنون مروان بن الحكم، ولما بلغ ذلك جميعه معز الدولة لم ينكره ولم يغيره، ثم بلغه أن أهل السنة محوا ذلك وكتبوا عوضه لعن الله الظالمين لآل محمد من الأولين والآخرين، والتصريح باسم معاوية في اللعن، فأمر بكتب ذلك، قبحه الله وقبح شيعته من الروافض، لا جرم أن هؤلاء لا ينصرون۔

(البداية والنهاية، لابن كثير، 274/11، دار إحياء التراث العربي)

یعنی اسی سال رافضیوں نے مساجد کے دروازوں پر مختلف نعرے لکھے جن میں سے چند ایک یہ ہیں:

1۔ حضرت معاویہ پر لعنت ہو۔

2۔ حضرت فاطمہ کے حق کے غاصب یعنی حضرت ابو بکر صدیق پر اللہ کی لعنت ہو۔

3۔ حضرت عباس کو شوریٰ سے نکالنے والوں پر یعنی فاروق پر اللہ کی لعنت ہو۔

4۔ ابوذر کو جلاوطن کرنے والے یعنی عثمان غنی پر لعنت ہو۔

5۔ حضرت حسن کو ان کے ناناجان کے پاس دفن نہ کرنے والوں (بزعم شیعہ مروان اور سیدہ عائشہ صدیقہ) پر لعنت ہو۔

اس کے بعد ابن کثیر لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ تمام صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے راضی ہوا اور ان پر لعنت کرنے والوں پر لعنت ہو جب معزالدولہ کو ان نعروں کا علم ہوا تو اس نے ان پر کسی قسم کی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا اور نہ ہی ان کو ختم کرنے کا حکم دیا اس کے بعد معزالدولہ کو اطلاع ہوئی کہ مسلمانوں نے ان عبارتوں کو مٹاڈالا تو اس نے ان کی جگہ یہ عبارت لکھنے کا حکم دیا "شروع سے آخر تک آل محمد پر ظلم کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو اور ساتھ ہی اس میں حضرت معاویہ پر لعنت کی صراحت کی" اللہ تعالیٰ اسے اور تمام رافضیوں کو برباد کرے۔

ایسے بدبخت اور بدعقیدہ شخص نے اس عید غدیر کو ایجاد کیا جس پر آج روافض خوشیاں مناتے ہیں۔

18 ذوالحجہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کا یوم شہادت ہے:

سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو 18 ذوالحجہ کو شہید کیا گیا علامہ ابن سعد الطبقات الکبریٰ میں لکھتے ہیں:

قتل عثمان. رحمه الله. يوم الجمعة لثماني عشرة ليلة مضت من ذي الحجة سنة خمس وثلاثين وبويع لعلي بن أبي طالب، رحمه الله، بالمدينة، الغد من يوم قتل عثمان.

(الطبقات الکبری، لابن سعد، ذکر قتل عثمان، 22/3، ط، دار الکتب العلمیۃ بیروت)

اور علامہ ابن اثیر جزریؒ لکھتے ہیں:

قتل عثمان رضی الله عنه بالمدينة يوم الجمعة لثمان عشرة خلت من ذی الحجة۔

(اسدا لغابة فی معرفة الصحابه، 3/ 489)

خلیفہ ثالث سیدنا عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی شہادت کی خوشی میں دشمنان صحابہ واہلبیت نے 18 ذوالحجہ کو ایک ناپاک رسم "عید غدیر" کے نام سے ایجاد کی اور اپنے خبث باطن کا اظہار اس دن عید منا کر کرتے ہیں، شیعہ صدرالمحققین محمد حسین نجفی سابق صدر مجلس علماء شیعہ پاکستان لکھتا ہے:

جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے کہ یہ عید جناب امیر المومنین کی خلافت ظاہری کے زمانہ سے منائی جاتی ہے تقیہ کے زمانہ میں عمومی طور پر ان عنوان سے عید نوروز کو ترجیح رہی کیونکہ 18 ذی الحجہ کی تاریخ ثالث کے یوم قتل کی تاریخ بھی تھی اور خلافت ظاہری کی اس خوشی کا اس دن کے حوالے سے منسوب کرنا ایک لحاظ سے خطرہ بھی تھا کہ ان پر تہمت نہ لگ جائے یہی وجہ ہے کہ بنی بویہ کی حکومت کا دور جو شیعت کی تشہیر کا دور تھا اس میں یہ عید منائی جاتی تھی۔

(رسوم الشیعہ فی میزان الشریعہ ص 305، طبع اول، ناشر ادارہ جامعہ ثقلین احمد پور ملتان 1996ء / ص 315، طبع دوم، 2000ء)

ملاحظہ فرمائیں شیعہ مجتہد 18 ذی الحجہ کو عید منانا چاہتے تھے لیکن اہلسنت کے خوف سے اس پر عمل نہ کر سکے لیکن شیعہ کے دور میں انہوں نے اس خوشی کا اظہار کیا، اللہ تعالیٰ اہل باطل کی ان سیاہ کاریوں اور اچھے عنوانات کے پس پردہ چھپی ان خوفناک اور بری رسوم سے اہلسنت عوام کی حفاظت فرمائے۔ (آمین بجاہ النبی الامین ﷺ)

کتبہ: ابو حریث فضل الرحمٰن عفی عنہ

نگران: دار الشیبانی للافتاء والتحقیق پہاڑ پور

18 ذی الحجہ 1443ھ / 18 جولائی 2022ء